رؤف پاریکھ *

انیسویں صدی کے اردو محاورات کے دو اہم لغات: ایک تعارف

Abstract:

Two Lexicons of Urdu Idioms in the Nineteenth Century: An Introduction

The writer has ventured to measure out the textual validity of the two urdu lexicons focusing on the usage of dilect, idioms, proverb, adage and slangs. He has taken care to explore the relevant material with intellectual insight and has successfully transmitted in a convincing manner. The treatment of the subject matter with the comparative analysis is commendable and renders a beneficial service to those who are engaged in doing research in the similar stream.

Keywords: Urdu Lexicons, Urdu Idioms,

اردو کی کہاوتوں، محاوروں اور روزمرہ کے جو لغات انیسویں صدی میں شائع ہوئے انھوں نے اردو کے ذخیرۂ الفاظ کو محفوظ بھی کیا اور آنے والے لغت نویسوں کا کام بھی آسان کردیا۔ یہ اور بات ہے کہ بعد کے لغت نویسوں نے اس خوشہ چینی کا اعتراف کشادہ دلی سے نہ کیا ہو لیکن بعد کے لغات میں ان سے ''فراخ دلی'' سے ''استفادہ'' کرنے کے شواہد موجود ہیں۔ انیسویں صدی کے اواخر میں لکھے گئے ایسے لغات (جنھوں نے بعد کے لغت نویسوں کی مدد کی) میں ہندوستانی مخزن المحاورات اور محاوراتِ ہند بھی شامل ہیں۔ درحقیقت یہ اردو میں محاورات کے ابتدائی لغات تھے۔ ان سے قبل اردو

لغات تو لکھے جا چکے تھے اور ان میں محاورات بھی شامل تھے لیکن صرف محاورات پر مبنی اردو کے اولین مطبوعہ لغات یہی دو ہیں۔ دونوں کی اشاعتِ اول میں چند سال کا فصل ہے ، دونوں محاورات کے لغات ہیں، دونوں کی اشاعت دہلی سے ہوئی اور ان کے مولفین کا تعلق بھی دہلی سے تھا۔

اس مقالے میں ہم پہلے دونوں لغات کا تعارف پیش کریں گے اور پھر دیکھیں گے کہ ان میں کیا امتیازات ہیں اور دونوں کی قدر و قیمت کیا ہے۔

ہندوستانی مخزن المحاورات

منشی چرنجی لال کی مرتبہ ہندوستانی مخزن المحاورات پہلی بار ۱۸۸۶ء میں شائع ہوئی۔اس میں محاورات کے علاو ہ کہاوتیں، روزمرہ اور بعض مرکبات بھی شامل ہیں۔یہاں تک کہ اس میں بعض مفرد اندراجات بھی شامل ہیں حال آنکہ یہ محاورات کا لغت ہے اور اس میں مرکبات اور کہاوتوں تک کا اندراج بلا جواز ہے،مفرد اندراجات کی تو گنجائش ہی نہیں تھی۔اس میں البتہ کہاوتیں کم تعداد میں ہیں۔کتاب کی لوح پر درج عبارت کے مطابق اس میں ''اصطلاحیں'' بھی شامل ہیں۔

مخزن المحاورات کے پہلے ایڈیشن میں سرورق پر اس کے نام کے ساتھ لفظ ''ہندوستانی'' بھی لکھا گیا تھا۔گویا اس کا پورا نام ہندوستانی مخزن المحاورات ہے گو یہ معروف مخزن المحاورات کے نام سے ہے۔اس کا پہلا ایڈیشن راقم کی نظر سے گذرا ہے اور ذرا کم یاب ہے لہٰذا اس کی لوح کی عبارت بعینہٖ یہاں پیش کی جارہی ہے۔اس کا املا بھی اصل کے مطابق رہنے دیا گیا ہے اور جو الفاظ ملا کر لکھے گئے تھے انھیں بھی نہیں بدلا گیا۔سطور کی ترتیب بھی اصل کے مطابق ہے۔

ہندوستانی
مخزن المحاورات
جس میں
ہندی اور اردو کے ہر قسم کے محاورے اور اصطلاحیں دس ہزار
کے قریب بڑی تلاش اور جستجو سے جمع کر کے درج کی گئی ہیں انکے
ثبوت میں ناظمانِ بیمثال و ناثرانِ باکمال کا کلام اور روزمرہ کے
معنی خیز فقرے اور ضرب الامثال پیش کی گئی ہیں۔اکثر محاوروں
اور اصطلاحوں کی وجہ تسمیہ اور شانِ نزول بھی حتی الوسع بڑی
تحقیق اور تدقیق کے ساتھ لکھی گئی ہے

مولفہ

منشی چرنجی لال صاحب دہلوی

مولف **اردو زبان کی تاریخ** اور **رسالہ ہندوستانی فلولوجی**

(علم اللسان) و سابق اسسٹنٹ ڈاکٹر فیلن صاحب بہادر مرحوم صاحب

مولف ہندوستانی انگریزی ڈکشنریات

بذریعہ رجسٹری تمام حقوق محفوظ ہیں

۱۸۸۶ء

مطبع محبِ ہند فیض بازار دہلی میں چرنجی لال

مالک مطبع کے اہتمام سے چھپا[۱]

یہ تو تھی پہلے ایڈیشن کی لوح کی عبارت۔ ہندوستانی مخزن المحاورات کا دوسرا ایڈیشن امپیریل بک ڈپو پریس دہلی سے لالہ امیر چند نے (ان کے اپنے الفاظ کے مطابق) ''نظر ثانی و تصحیح ضروری تغیر و تبدل کرا کر اور تمام فحش محاورات کو نکلوا کر'' شائع کیا۔[۲] اس پر سال ۱۸۹۸ء درج ہے۔ اس لوح پر درج عبارت سے اندازہ ہوتا ہے کہ لالہ امیر چند (جنھوں نے ''تغیر و تبدل'' کیا تھا) ''اسسٹنٹ ماسٹر سینٹ اسٹیفنز مشن ہائی اسکول دہلی'' تھے۔[۳]

افسوس کہ منشی چرنجی لال کے تفصیلی حالاتِ زندگی دست یاب نہیں ہیں۔ ظفر الرحمن صاحب کے مطابق منشی چرنجی لال دہلوی فیلن کے ''مددگار ایڈیٹر'' اور ''میٹرک کلکتہ یونیورسٹی'' تھے۔ نیز یہ کہ ''ان کا اختیاری مضمون سنسکرت'' تھا۔[۴] دوسرے ایڈیشن کی لوح پر منشی چرنجی لال کے نام کے ساتھ ''مرحوم دہلوی'' لکھا ہے۔[۵] گویا ۱۸۹۸ء میں یا اس سے پہلے ہی منشی صاحب دنیا سے گذر چکے تھے۔ البتہ منشی چرنجی لال صاحب نے طبع اول کے دیباچے میں فیلن کے مختصراً حالات زندگی لکھے ہیں اور فیلن کے حالات میں اپنا کچھ احوال بھی بیان کیا ہے۔ یہ حالات یہاں حرف بحرف (اسی املا میں) پیش ہیں جس میں کچھ اغلاط بھی ہیں، مثلاً لیے کو لئے لکھا ہے اور ڈکشنری کو ڈکشنیری، وغیرہ۔

> سب سے پہلے میں اپنے ولی نعمت محققِ زباں مفتیٔ لساں فیلسوفِ زمانہ جناب ایس ڈبلیو ڈاکٹر فیلن صاحب بہادر مرحوم سابق انسپکٹر مدارس حلقۂ بہار کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے پٹنہ عظیم آباد سے دہلی میں آ کر اپنی ہندوستانی انگریزی ڈکشنیری بنانی شروع کی اور مجکو اپریل ۱۸۷۵ء میں دہلی کالج کی فرسٹ ایر کلاس میں سے بلوا کر اپنے محکمہ لغات میں اپنا اسسٹنٹ مقرر فرمایا۔ صاحب ممدوح زبان کی تحقیقات کے لیے اکثر دورہ فرماتے رہتے تھے چنانچہ پورب میں پٹنہ تک پنجاب میں لاہور تک راجپوتانہ میں اجمیر تک تمام مشہور

> امصار و اشہار قصبہ و دیار اور کوہ منصوری وغیرہ کی سیر کرائی۔ ان مقامات کے اکثر خاص و عام گویئے بلوا کر انکی چیزیں سنوائیں۔ مختلف زبانوں کی ڈکشنیریاں، گریمریں اور فلولوجی کے رسالے میرے سپرد کئے ۔ شمالی ہندوستاں کے مختلف حصوں کی بولیوں کی ہندی الفاظ سے ملتے ہوئے لفظوں کی فہرستیں جو صاحب ممدوح کے معاون بھیجا کرتے تھے اپنی ڈکشنیری میں منتخب کر کے داخل کرنے کے لئے حوالے کیں۔ ہندی الفاظ کی اصل سنسکرت سے تحقیق کرنے کی خدمت کے علاوہ ڈکشنیری میں الفاظ و محاورات زیادہ کرنے اور انکا انگریزی میں ترجمہ کرنے کے [کذا] مقرر فرمائی۔ الغرض اپریل ۱۸۷۵ء سے ۱۸۸۳ء تک صاحب ممدوح کے دفتر میں لغت ہی کا کام کرتا رہا۔ جسکے سبب سے میری سابقہ واقفیت اور تجربوں میں بہت بڑی ترقی ہوئی۔[۶]

اس دیباچے پر ۲۲ جون ۱۸۸۶ء کی تاریخ پڑی ہے۔

حاشیے میں چرنجی لال نے فیلن کی موت کی اطلاع دیتے ہوئے فیلن کے بارے میں جو لکھا ہے اسے پرانے املا میں بعینہٖ مع اغلاط لکھا جا رہا ہے:

> جو اپریل ۱۸۸۰ء میں لندن باغراضِ چند در چند تھوڑے عرصہ کے لئے تشریف لے گئے تھے اور وہیں ۳ اکتوبر ۱۸۸۰ء کو درانحالیکہ انکے بعد ہندوستان میں انکے انکی [کذا] انگریزی ہندوستانی ڈکشنیری بن رہی تھی راہیٔ ملکِ عدم ہوئے۔[۷]

حامد حسن قادری کے مطابق چرنجی لال الہ آباد کے رہنے والے تھے اور ان کی ایک کتاب مصباح المساحت کے عنوان سے ہے نیز نفسیات کی ایک انگریزی کتاب کا ترجمہ تعلیم النفس کے نام سے کیا۔[۸] لیلیٰ عبدی خجستہ نے بھی چرنجی لال کے حالات زندگی اور ان کی کتابوں پر کچھ روشنی ڈالی ہے۔[۹] گارسیں دتاسی نے منشی چرنجی لال کی دس کتابوں کا ذکر کیا ہے۔[۱۰]

ہندوستانی مخزن المحاورات کے دیباچے میں منشی صاحب نے یہ اطلاع بھی دی ہے کہ انھوں نے یہ کام ۱۸۸۴ء میں شروع کیا اور ''اب جون ۱۸۸۶ء میں کئی اسسٹنٹوں کی قابلِ تعریف معاونت سے ایک صرفِ کثیر کے بعد اختتام کو پہنچایا۔''[۱۱] اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۱۸۸۳ء میں انھیں فیلن کے دفتر سے فراغت حاصل ہوئی ہوگی تو انھوں نے اس کام کا آغاز کیا ہوگا اور اس کام میں یقینی طور پر فیلن کے ساتھ کام کرنے کا تجربہ نیز ممکنہ طور پر کچھ مواد جو انھیں فیلن سے دست یاب ہوا ہوگا کام آیا ہوگا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ فیلن صاحب نے ان کے ذمے جو خدمات'' مقرر فرمائی''، تھیں ان کی تعداد کچھ کثیر اور ان کا ذکر قدرے طویل معلوم ہوتا ہے۔ اگر فیلن صاحب نے یہ سارے کام ان کے ذمے کر دیے تھے تو وہ خود کیا کرتے تھے؟

بہرحال، مبالغے کو نظر انداز کر دیا جائے تب بھی منشی صاحب کا فیلن کے لغت میں یقیناً حصہ ہوگا اور ان کی لغت نویسی کی مہارت اور اردو زبان پر ان کے احسان کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن فیلن کے کئی معاون تھے جن کا ذکر منشی صاحب نے نہیں کیا۔ منشی صاحب کے اپنے بیان کے مطابق ان کی بنیادی تربیت فیلن ہی نے کی تھی اور وہ بھی اس وقت جب وہ دہلی کالج کے سالِ اول میں تھے۔ فیلن کے معاونین میں منشی چرنجی لال کے علاوہ یہ حضرات بھی شامل تھے جنھوں نے فیلن کے مختلف لغات میں ان کی مدد کی تھی: لالہ فقیر چند دہلوی (مددگارِ اول)، لالہ چرنجی لال دہلوی، لالہ ٹھاکر داس دہلوی، لالہ جگن ناتھ دہلوی، ایس ایچ واٹلنگ، منشی لیاقت حسین دنیا پوری، پنڈت شیو نرائن، سید احمد دہلوی، منشی نہال چند، بشیشر ناتھ، رام پرشاد دہلوی، رام ناتھ تیواڑی فرخ آبادی، لالہ کشوری لال دہلوی، منشی احسان علی رہتکی، محمد محمود میرٹھی، نیز کچھ انگریز معاونین جنھوں نے فیلن کی موت کے بعد اس کے لغت کا بقیہ کام ترتیب دے کر شائع کیا۔[۱۲] افسوس کہ ان میں سے بیشتر کا ذکر لغت نویسی کی تاریخ اور جائزوں میں حواشی میں بھی بار نہیں پاتا۔ البتہ حال ہی میں لیلیٰ عبدی خجستہ نے ان کا ذکر اپنے ایک مقالے میں کیا ہے۔[۱۳]

عجیب بات یہ ہے کہ کئی اہم کاموں کے باوجود ایس ڈبلیو فیلن کے بارے میں مستند معلومات بہت کم دست یاب ہیں حتیٰ کہ سوانح عمریوں کے معروف برطانوی سلسلے ڈکشنری اوف نیشنل بایو گرافی (جو مختصراً ڈی این بی (DNB) کہلاتا ہے) میں بھی فیلن کا ذکر نہیں ہے (برطانوی تاریخ کے اہم لوگوں کے تعارف پر مبنی اس سلسلے کی ساٹھ جلدیں بر خط یعنی اون لائن (online) بھی دست یاب ہیں)۔ محمد اکرام چغتائی نے لکھا ہے کہ گریرسن کی مختصر تحریر، جس کا ترجمہ مولوی عبدالحق کی قواعدِ اردو کے دیباچے میں درج ہے، اور سی ای بک لینڈ (C. E. Buckland) کی *Dictionary of Indian Biography* میں فیلن کے اجمالی ذکر کے علاوہ گارسیں دتاسی کی تحریروں سے بعض اشارے ملتے ہیں جن سے، بقول ان کے، محی الدین قادری زور نے بھی معلومات اخذ کی ہیں۔[۱۴] فیلن نے کم از کم پانچ لغات مرتب کیے جن میں *A new Hindustani-English dictionary* بہت معروف ہے اور اہم تصور کی جاتی ہے۔[۱۵]

دیباچے کے علاوہ مخزن المحاورات میں ایک تفصیلی مقدمہ بھی ہے۔ مقدمے میں منشی صاحب نے اصطلاح اور محاورے کا فرق بھی بتایا ہے۔ لکھتے ہیں:

> اصطلاح کا مادہ صلح سے ہے اور اس کے لغوی معنی باہم صلح کرنے کے ہیں۔ اور اس کے اصطلاحی معنی ہیں کسی قوم کا باہم اتفاق کرنا کسی لفظ کے نئے معنی علاوہ اس کے اصلی معنی کے قائم رکھنے کے لیے۔ پس اصطلاح وہ ایک نئے معنی ہیں جو ایک لفظ یا چند الفاظ کو متعدد آدمی باہم اپنے کسی خاص اظہارِ مطلب

کے لیے پہناتے ہیں اور وہی لوگ بولتے یا سمجھتے ہیں۔[16]

اس کے بعد محاورے اور اصطلاح پر یوں روشنی ڈالی ہے:

> محاورے کا مادہ ح و ر ہے جس کے معنی [ہیں] پھرنا یا گردش کرنا۔ جب کوئی اصطلاح جس کو چند آدمی اپنے کسی خاص اظہارِ مطلب کے لیے مقرر کرتے ہیں زیادہ عام ہو جاتی ہے اور بہت سے آدمیوں میں پھیل جاتی ہے اور اپنے پہلے معنی سے کسی قدر ملتے ہوئے دوسرے معنی پہن لیتی ہے تو اس کو محاورہ کہنے لگتے ہیں۔ مثلاً نائیوں کی اصطلاح میں ''مونڈنے'' کے معنی ''کسی کے سر کے بال استرے سے کاٹنا'' ہیں چونکہ مونڈنے میں حجامت بنوانے والے کے بال لیے جاتے ہیں اسی سبب سے اس کے معنی محاورے میں ''ٹھگنا یا دھوکا دے کر کسی کا مال لے لینا'' ہوگئے۔ اسی طرح درزیوں کی اصطلاح میں ''کتر بیونت'' کے معنی ''کسی کے نئے کپڑے کی قطع و برید یا کاٹ چھانٹ'' ہیں۔ اس قطع و برید میں درزی اکثر کپڑا بچا بھی لیا کرتے ہیں اس وجہ سے اس کے معنی محاورے میں ''چالاکی، عیاری یا دھوکے بازی'' ہوگئے۔[17]

لیکن افسوس کہ منشی صاحب نے روز مرہ پر کوئی روشنی نہیں ڈالی حال آنکہ اس لغت میں ان کے اپنے دعوے کے مطابق ''روزمرہ'' بھی موجود ہے۔ کتاب کی ترتیب و تدوین کے بارے میں منشی صاحب نے مقدمے میں بتایا ہے کہ معنی بیان کرتے ہوئے شعرا کے کلام سے سند لی گئی ہے اور ایک طویل فہرست ایسے شعرا کی دی ہے جن سے اسناد لی گئیں۔ بقول خود ان کے اس ضمن میں سب سے زیادہ میر، سودا، ذوق، جرأت، داغ، آتش، ناسخ، بحر، جان صاحب وغیرہ کا کلام آیا ہے۔[18] ان کا دعویٰ ہے کہ اس لغت میں ''مثلیں، روزمرہ کے فقرے، دوہے، پہیلیاں، ٹھمریاں، ہولیاں، بھجن، گھریلو گیت، چو بولے، فقیروں کی صدائیں، دلی کے ترکاری والوں کی میٹھی میٹھی آوازیں اور چھن وغیرہ چیزیں نظیراً دی ہیں۔[19]

ہندوستانی مخزن المحاورات کا پہلا ایڈیشن سات سو پچپن (۷۵۵) صفحات پر مشتمل ہے، آخر میں تین (۳) صفحات کا صحت نامہ ہے۔ ابتدا کے اکیس صفحات ان کے علاوہ ہیں۔ دیباچے، تقریظوں اور قطعۂ تاریخ کے انیس (۱۹) صفحات ہیں۔ بیسویں صفحے پر لغت میں استعمال کی گئی علامات کی وضاحت کی ہے۔ ان میں سے چند یہ ہیں:

اصطلاحی: اصطلاحی معنی

پنجابی: اہل پنجاب کا محاورہ

عو : عورتوں کا محاورہ

کم : کم بولا جاتا ہے

م ف: متعلق فعل

نظم : نظم میں آتا ہے

؟ : شبہہ [کذا:شبہے] کی نشانی

ہندوستانی مخزن المحاورات کے پہلے ایڈیشن میں پہلا اندراج ''اب'' کا ہے، آخری اندراج ''یہاں کا یہیں'' کا ہے۔ ہر صفحے پر دو کالم ہیں۔ کسی صفحے اندراجات پر زیادہ ہیں اور کسی پر کم۔ اگر ہر صفحے پر اوسطاً بارہ یا تیرہ اندراجات بھی فرض کیے جائیں تو ساڑھے سات سو (۷۵۰) صفحات پر مشتمل اس لغت میں تقریباً نو ہزار سے دس ہزار اندراجات ہوں گے۔ خود مولف نے یہ تعداد دس ہزار بتائی ہے۔

پہلے ایڈیشن میں شامل چند اندراجات کا مختصر جائزہ پیش ہے :

۔بالاتفاق:

اسے ''ف'' یعنی ''فارسی'' قرار دیا ہے۔ جو درست نہیں۔ یہ عربی ترکیب ہے۔ پھر ترتیب میں اسے ''بالا بتانا یا دینا'' کے بعد درج کیا ہے جب کہ اصولاً ''ب'' بطور سابقہ درج کرکے اس کے تحت میں ''بالاتفاق'' کا اندراج ہونا چاہیے تھا۔ لیکن اصل میں تو یہ نہ محاورہ ہے نہ اصطلاح لہٰذا اس کے اندراج کا کوئی جواز ہی نہیں تھا۔

۔جیبھ کے تلے جیبھ ہے:

اسے ''محاورہ'' قرار دیا ہے، جب کہ یہ کہاوت ہے۔

۔جیتی مکھی نہیں نگلی جاتی:

اسے بھی محاورہ لکھا ہے اور یہ بھی کہاوت ہے۔

۔فقیری لٹکا:

اسے ''اسم مذکر'' قرار دیا ہے۔ اول تو یہ مرکبِ توصیفی ہے، ثانیاً، محاورہ نہیں ہے اور نہ اصطلاح ہے لہٰذا ''محاورات'' اور (بقول مولف) ''اصطلاحات'' کے لغت میں اس کے اندراج کا کیا جواز ہے؟ شاید یہ اس لیے شامل کیا گیا کہ مجازی معنوں میں ہے۔ گو محاورہ بھی مجازی معنی میں ہوتا ہے مگر محاورے میں مجاز کے ساتھ مصدر کا ہونا بھی شرط ہے۔ ثالثاً، معنی لکھے ہیں ''سہل اور آسان سا نسخہ، چھومنتر''۔ یہاں ''سہل اور آسان سا نسخہ'' تک تو ٹھیک ہے لیکن ''چھومنتر'' سے مغالطہ ہوتا ہے۔ کیا اس سے مراد جادو ہے؟ واضح نہیں ہے۔

۔کوہ قاف :

اسے ''اسم مذکر'' قرار دیا ہے ۔ اول تو مرکب ہے ، پھر محاورہ نہیں ہے۔ ہاں مجازی معنی درج کیے ہیں: ''تاریک

اور نا قابلِ گزر مقام''۔ لیکن صرف مجازی معنی اسے محاورہ نہیں بناتے لہٰذا محاورات کے لغت میں یہ اندراج غیر ضروری ٹھہرتا ہے۔ ہاں عمومی لغات میں اس کا اندراج لازم ہے۔

۔لڑکا بالا:

لکھا ہے''اسم مذکر''۔ یہ بھی ترکیب ہے۔ محاورہ بھی نہیں ہے۔

۔ناخن میں پڑے ہیں :

اسے محاورہ قرار دیا ہے ۔ مثالیہ جملہ لکھا ہے:'' تم جیسے تو میرے ناخنوں میں پڑے ہیں''(یعنی تمھاری کوئی حیثیت نہیں)۔ اول تو اندراج میں ناخن یعنی واحد ہے اور مثال میں جمع (ناخنوں) آئی ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر محاورہ ہے تو اندراج میں بھی مصدر چاہیے یعنی''ناخن میں پڑا ہونا''بہتر ہوتا۔

اس لغت میں بعض مفرد اندراجات بھی شامل ہیں مثلاً بکّی، بگاڑ اور بگڑ نا،بگڑ جانا۔ حال آنکہ یہ محاورات کا لغت ہے ۔ اسی طرح بعض کہاوتوں مثلاً ''پانی پی کر ذات پوچھتے ہو''اور''پیٹ میں ڈاڑھی ہے'' کو''محاورہ'' قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ مخزن المحاورات میں بعض مفرد الفاظ یا مصادر کے مجازی معنی بھی درج ہیں (مثلاً لفظ''برسنا'' کے)۔ لیکن ۱۸۸۶ء میں، جب کہ اردو زبان اور لغت نویسی کے بہت سے مباحث کا آغاز ہی نہیں ہوا تھا، طے ہونا تو دور کی بات ہے، اس طرح کی چھوٹی موٹی اغلاط نظر انداز کیے جانے کے قابل ہیں۔ اس زمانے میں اتنا ضخیم لغت اور بڑی تعداد میں اہم اندراجات کا شمول ہی اس لغت کو اہم اور قابلِ ستائش بناتا ہے۔ پھر اکثر تشریحات رمعنی بہت واضح اور رواں زبان میں ہیں، اور تشریحات میں اغلاق شاذ و نادر ہی پایا جاتا ہے۔ لغت نویسی میں تشریح نگاری ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہے اور بڑے بڑوں سے اس میں یا غلطی ہوجاتی ہے، تشریح یا مغلق ہوجاتی ہے یا تشنہ رہ جاتی۔ لیکن چرنجی لال اس دور کے لحاظ سے اس میں خاصے کام یاب ہیں۔ اس لغت میں سے کئی اندراجات ایسے ہیں جو فرہنگِ آصفیہ وغیرہ میں بھی نہیں ملیں گے۔ گویا ہندوستانی مخزن المحاورات ایک اہم اور قابلِ قدر لغت ہے۔

محاوراتِ ہند

انیسویں صدی عیسوی کے آخر میں مرتبہ اردو لغات میں محاوراتِ ہند بھی شامل ہے اور یہ بھی محاورات کا لغت ہے۔ اس کا تاریخی نام لطائفِ بے نظیر (۱۳۰۲ ہجری/۸۵–۱۸۸۴ء) ہے جو ابتدائے تالیف کا سال ہے۔ اس کے مرتب مولوی سبحان بخش ہیں اور اس میں کہاوت، محاورہ اور روزمرہ کا اندراج ہے۔ ان کے علاوہ بعض فقرے، اصطلاحات اور

مرکبات بھی درج ہیں۔ حال آنکہ کتاب کے نام سے بظاہر یہ گمان ہوتا ہے کہ اس میں صرف محاورات ہوں گے۔ یہ پہلی بار دسمبر ۱۸۹۰ء میں شائع ہوئی۔[۲۰]

مولوی ظفر الرحمٰن دہلوی نے اپنے محولہ بالا مضمون میں محاوراتِ ہند کا سالِ طباعت ۱۸۸۹ء/۱۳۰۴ھ درج کیا ہے۔[۲۱] لیکن ۱۳۰۴ہجری کی تطبیق ۱۸۸۹ء سے نہیں ہوتی بلکہ ۸۷-۱۸۸۶ء سے ہوتی ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن، جو مطبعِ مجتبائی (دہلی) سے شائع ہوا، ہماری نظر سے گذرا ہے۔ اس پر تاریخِ اشاعت دسمبر ۱۸۹۰ء درج ہے۔ یکم دسمبر ۱۸۹۰ء کو ہجری تاریخ ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۰۸ تھی۔[۲۲] لہٰذا اس کے پہلے ایڈیشن کا سالِ اشاعت ۱۸۹۰ء/ ۱۳۰۸ہجری ٹھہرتا ہے۔

محاوراتِ ہند کے پہلے ایڈیشن کی لوح کی عبارت یہاں ہو بہو پیش کی جارہی ہے۔ املا بھی بعینہ وہی ہے اور سطور کی ترتیب بھی اصل کے مطابق ہے:

۷۸۶

محاوراتِ ہند

جسکو

افضل العلما مولوی سبحان بخش صاحب سابق مدرس

کالج عربی دہلی نے مطبع کی فرمایش سے تالیف کیا

اور

مولوی حافظ عبدالاحد صاحب نے با ضابطہ رجسٹری کراکے اپنے

مطبع مجتبائی دہلی میں طبع کیا

ماہ دسمبر ۱۸۹۰ء[۲۳]

کتاب کے آغاز میں ایک مختصر دیباچہ مولف کے قلم سے ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولوی سبحان بخش صاحب ضلع مظفر نگر کے قصبے شکار پور کے رہنے والے تھے اور ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی سے پہلے دہلی کالج میں ''مدرسِ عربی'' اور جنگِ آزادی کے بعد دہلی کالج میں ''مدرسِ عربی و فارسی و اردو'' تھے۔[۲۴] دیباچے میں مزید لکھتے ہیں کہ اردو زبان سے مستفید ہونے کے لیے ''وسیلۂ کامل'' ابھی تک فراہم نہیں ہوا ہے اور یہ کہ:

> سب سے پہلے جس کا اس طرف خیال ہوا وہ منشی سید احمد دہلوی ہیں جو اردو زبان کی ایک بسیط لغت لکھ رہے ہیں ۔۔۔ اس کے بعد امثال میں صاحبِ ''نجم الامثال''۔ لیکن محاورات کی طرف ابھی تک کسی کا خیال رجوع نہیں ہوا اور نہ آج تک کسی نے جمع کیے[۲۵]

ان کا یہ کہنا کہ ''محاورات کی طرف ابھی تک کسی کا خیال رجوع نہیں ہوا اور نہ آج تک کسی نے جمع کیے''اس لیے درست نہیں ہے کہ ہندوستانی مخزن المحاورات ،جس کا ذکر اوپر کی سطور میں ہوا ۱۸۸۶ء میں طبع ہوکر منظرِ عام پر آ چکی تھی۔ جب کہ محاوراتِ ہند ۱۸۹۰ء کے آخری مہینے میں منظرِ عام پر آئی۔خود مولف کے مطابق ''سنینِ ابتداءِ تالیف لطائفِ بے نظیر [۱۳۰۲ھ] سے حاصل ہوتے ہیں''۔[۲۶] ہجری سال ۱۳۰۲ کی تطبیق سال عیسوی ۸۵–۱۸۸۴ء سے ہوتی ہے۔''سنینِ اختتام'' کے لیے انھوں نے ایک شعر دیا ہے جس کے پہلے مصرعے سے تاریخ (۱۳۰۴ ہجری) نکلتی ہے اور وہ ہے:

از نظمِ دل فریب بدو حرفِ آخری
از بہرِ اختتام بگفتم چہار حرف[۲۷]

اس میں مادہ تاریخ ''از نظمِ دل فریب'' سے برآمد ہو رہا ہے جو ۱۳۰۴ ہجری (یعنی ۸۷–۱۸۸۶ء) ہے۔ پھر لکھتے ہیں ''اور ''بیانِ ظرفاء ہند'' بھی یہی فائدہ دیتا ہے''۔ [۲۸]

گویا خود محاوراتِ ہند کے مولف مولوی سبحان بخش کے بیان کے مطابق اس کی تالیف کا آغاز ۱۳۰۲ ہجری (۸۵–۱۸۸۴ ء) میں ہوا اور ۱۳۰۴ ہجری (۸۷–۱۸۸۶ء) میں اختتام کو پہنچی۔ کتاب پر سالِ اشاعت ۱۸۹۰ء (دسمبر) درج ہے ،اور اس کی مطابقت ۱۳۰۸ ہجری سے ہوتی ہے۔

بہرحال، ان کا یہ دعویٰ بھی درست نہیں کہ محاورات کی طرف کسی نے توجہ نہیں کی کیونکہ بعض مختصر مطبوعہ یا غیر مطبوعہ لغات (جن کے قلمی نسخوں کا ذکر بعض مآخذ میں ملتا ہے) کو نظر انداز کردیا جائے تب بھی محاوراتِ ہند سے پہلے مخزن المحاورات مولفہ منشی چرنجی لال دہلوی ۱۸۸۶ء میں شائع ہو چکی تھی جو ایک ضخیم لغت ہے۔ ساڑھے سات سو صفحات پر مبنی مخزن المحاورات میں اردو محاورات اور ان کے معنی کثیر تعداد میں درج ہیں اگرچہ اس میں بھی محاورات کے علاوہ کہاوتیں، روزمرہ، مرکبات اور فقرے درج ہیں ۔اس کا ذکر سطورِ بالا میں ہو چکا ہے۔ مولوی سبحان بخش کے خود اپنے بیان کے مطابق، محاورات ہند کی ترتیب و تالیف کا کام انھوں نے ۸۵–۱۸۸۴ء میں شروع کیا تھا۔ گویا مخزن المحاورات کی اشاعت سے پہلے۔ لیکن محاوراتِ ہند کی تکمیل مولف کے اپنے بیان کے مطابق ۸۷–۱۸۸۶ء میں ہوئی اور چرنجی لال کی مخزن المحاورات ۱۸۸۶ء میں شائع ہو چکی تھی اور دہلی ہی سے شائع ہوئی تھی۔ لہٰذا یہ تو ممکن ہے کہ آغازِ تالیف کے وقت انھیں چرنجی لال کے کام کا علم نہ ہو اور انھوں نے یہ دیباچہ بھی اس کی اشاعت سے پہلے لکھ لیا ہو جس میں اولیت کا دعویٰ ہے لیکن مخزن المحاورات کی ۱۸۸۶ء میں اشاعت کے بعد تقریباً چار سال کے بعد محاوراتِ ہند کی اشاعت کے وقت یہ دعویٰ عجیب سا لگتا ہے اور اس ضمن میں، چھوٹی موٹی مطبوعہ اور بعض غیر مطبوعہ لغاتِ محاورات سے قطع نظر، اولیت کا دعویٰ

مخزن محاورات ہی کو زیبا ہے (گو اس کے مولف نے ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا) اور مولف محاوراتِ ہند کے لیے یہ نامناسب ہے۔

محاوارتِ ہند کے پہلے ایڈیشن (۱۸۹۰ء) کے صفحات کی تعداد، ایک اشتہار اور دیباچے کو چھوڑ کر، دوسوسات (۲۰۷) ہے۔ ہر صفحے پر دو کالم ہیں۔ اندراجات کسی صفحے پر کم کسی پر زیادہ ہیں۔ مثلاً صفحہ ۷۷ پر صرف چودہ (۱۴) اندراجات ہیں اور صفحہ ۱۴۳ پر چونتیس (۳۴) اندراجات ہیں۔ لیکن اگر ہر صفحے پر اوسطاً پچیس (۲۵) اندراجات فرض کیے جائیں تو ان کی کل تعداد پانچ ہزار سے کچھ متجاوز ہوگی۔ گویا مخزن المحاورات کے دس ہزار اندراجات کے مقابلے میں بھی محاوراتِ ہند بہت پیچھے ہے اور اس کے اندراجات کی تعداد تقریباً نصف ہی ہوگی۔

پھر محاوراتِ ہند کے اندراجات میں کثیر تعداد میں کہاوتیں بھی شامل ہیں۔ مولف نے ہر حرف کی تقطیع کو دو حصوں میں بانٹا ہے، پہلے اس حرف سے شروع ہونے والے محاورات کا اندراج کیا ہے اور پھر کہاوتوں کا۔ حال آنکہ محاورات کے لغت میں کہاوتوں کا اندراج اپنے دائرے سے تجاوز کرنا ہے۔ مخزن المحاورات پر بھی یہ اعتراض ہوسکتا ہے لیکن اس میں کہاوتوں کا الگ حصہ نہیں بنایا گیا اور منشی چرنجی لال نے وضاحت کی ہے کہ ''ہماری زبان میں پانچ سات ہزار سے کم ضرب الامثال نہیں ہیں جن میں سے ہر ایک بجاے خود ایک بڑے واقعہ [کذا: واقعے]، معاملہ [کذا: معاملے]، واردات یا کسی قصے کا خلاصہ ہے گویا یہ کہاوتیں ملک کی ایک بڑی تاریخ ہیں۔ چونکہ بہت سی ضرب المثالیں [کذا] بطور محاورہ بھی بولی جاتی ہیں گو اس وجہ سے محاوروں میں دی جاتیں تو کچھ بے جا بھی نہ تھا مگر خالص محاورے اور مثل میں فرق قائم رکھنے اور ضخامت بڑھ جانے کے اندیشے سے ان کو صرف مثالاً دیا ہے۔ کہیں کوئی مثل محاورے میں داخل ہوگئی ہے ورنہ ہزار دو ہزار جو اس مخزن میں آئی ہیں وہ سب بطور مثال درج کی گئی ہیں''۔[۲۹] اس وضاحت سے کم ازکم یہ اندازہ تو ہوتا ہے کہ مولف کو اس قباحت کا احساس تھا جو محاورات کے لغت میں کہاوتوں کے اندراج سے ہوسکتا ہے۔ لیکن محاوراتِ ہند کے مولف نے باقاعدہ الگ حصوں میں تقطیع کے تحت کہاوتیں درج کی ہیں اور کوئی وضاحت بھی نہیں کی۔

محاوراتِ ہند کے بعض اندراجات نہ محاورات میں شامل ہیں اور نہ کہاوتوں میں، مثلاً ''کمک کی'' (ص ۱۴۶)۔ ویسے بھی اس طرح کے اندراجات کو مصدر کے ساتھ درج کرنا چاہیے یعنی ''کمک کی'' کی بجاے ''کمک کرنا'' کا اندراج بہتر ہوتا۔ پھر اس لغت میں معنی اور تشریحات مختصر ہیں اور بعض تو بہت ہی مختصر ہیں، جیسے ''کمک کی'' کے معنی لکھے ہیں ''مدد کی''۔ صاحبِ محاوراتِ ہند نے مخزن المحاورات کے برعکس نہ تو ماخذ زبان (فارسی، عربی وغیرہ) کی نشان دہی کی ہے اور

نہ اندراجات کی قواعدی حیثیت (اسم، مذکر وغیرہ) ہی بتائی ہے۔ بلکہ محاورات ہند میں الف بائی ترتیب کا کوئی خاص اہتمام نہیں ہے۔ مثلاً الف کی تقطیع کے آخری اندراجات میں ایام ابیض کے بعد اب کہاں جاتے ہو، اپنا سر کہا اور اڑتی بات ہے کے اندراجات ملتے ہیں۔ صفحہ ۷۶ اور ۷۷ پر اچھی خاصی بے ترتیبی ہے اور قاری کو کسی خاص اندراج کی تلاش میں سارے اندراجات دیکھنے پڑتے ہیں کیونکہ یہ یقینی نہیں کہ کون سا اندراج کہاں ہے، اپنی جگہ پر ترتیب کے مطابق ہے یا مولف کی مرضی کے مطابق۔ محاوراتِ ہند کا دوسرا ایڈیشن ستمبر ۱۹۱۳ء میں مطبع مجتبائی (دہلی) سے شائع ہوا۔ اس میں بھی یہی بے ترتیبی موجود ہے۔

گویا ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ انیسویں صدی کے اواخر میں شائع کی گئی ان دو لغات میں سے مخزن المحاورات ہر لحاظ سے محاوراتِ ہند سے بہتر ہے، اندراجات کی تعداد کے لحاظ سے، ترتیبِ اندراجات کے لحاظ سے اور تشریح کے لحاظ سے۔ زمانی طور پر بھی مخزن المحاورات کو تقدم حاصل ہے۔ لیکن یہ دونوں لغات اس لحاظ سے اہم ہیں کہ ان میں اردو کے ایسے الفاظ، محاوارت، کہاوتیں اور معنی درج ہیں جن سے بعد میں آنے والے لغت نویسوں نے فائدہ اٹھایا۔

حواشی و حوالہ جات

* پروفیسر، شعبۂ اردو، جامعہ کراچی۔

۱۔ منشی چرنجی لال، ''لوح''، ہندوستانی مخزن المحاورات (دہلی: مطبع محبِّ ہند، ۱۸۸۶ء)۔

۲۔ منشی چرنجی لال، ''لوح''، ہندوستانی مخزن المحاورات (دہلی: امپیریل بک ڈپو پریس، ۱۸۹۸ء)۔

۳۔ ایضاً۔

۴۔ دیکھیے: مولوی ظفر الرحمٰن دہلوی، ''ہماری کہاوتیں''، مشمولہ رہنمائے اردو محاورات و ضرب الامثال، مرتبہ عدنان عادل زیدی و مخدوم صابری (لاہور: ملک بک ڈپو، ۲۰۰۹ء)، ۴۵۵۔

سید یوسف بخاری دہلوی کی اطلاع کے مطابق ظفر الرحمٰن دہلوی کا یہ مضمون ''ہماری کہاوتیں'' جون ۱۹۶۲ء کے قومی زبان میں شائع ہوا تھا۔

سید یوسف بخاری دہلوی، ''دیباچہ''، مرقع اقوال و امثال (کراچی: انجمن ترقیِ اردو، ۱۹۹۲ء)۔

لیکن بخاری صاحب سے یا کاتب سے شاید سال و ماہ لکھنے میں کوئی غلطی ہوگئی ہے کیونکہ یہ قومی زبان کے ۱۹۶۲ء کے شماروں میں شامل نہیں ہے۔ بہرحال یہ مضمون رہنمائے اردو محاورات و ضرب الامثال (مذکورہ بالا) میں بھی شامل ہے اور یہ اطلاع وہیں سے ماخوذ ہے۔

۵۔ منشی چرنجی لال،''لوح''، ہندوستانی مخزن المحاورات (دہلی: امپیریل بک ڈپو پریس، ۱۸۹۸ء)۔

۶۔ منشی چرنجی لال،''دیباچہ''، ہندوستانی مخزن المحاورات (دہلی: مطبع محبّ ِ ہند،۱۸۸۶ء)، ۲–۳۔

۷۔ ایضاً، حاشیہ ص ۲۔

لیکن مولوی ظفر الرحمٰن نے فیلن کے انتقال کی تاریخ ۳ اکتوبر ۱۸۸۰ء کی بجاے ۶ جون ۱۸۸۰ء لکھی ہے، دیکھیے: مولوی ظفر الرحمٰن دہلوی، ''ہماری کہاوتیں''، ۴۶۰۔

۸۔ حامد حسن قادری، داستان تاریخ اردو (کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۸۸ء)، ۲۲۶–۲۲۷۔

۹۔ لیلیٰ عبدی خجستہ، ''ایس ڈبلیو فیلن کے محکمۂ لغت میں شامل معاونین''، مشمولہ معیار اسلام آباد، شمارہ ۱۷ (جنوری-جون ۲۰۱۷ء)، ص ۲۰–۲۳۔

۱۰۔ گارسیں دتاسی، ''تاریخِ ادبِ ہندوستانی''، ترجمہ وحواشی لیلیان نذرو، مشمولہ جــریــدہ، شعبۂ تصنیف وتالیف وترجمہ، جامعہ کراچی، شمارہ ۳۷ (۲۰۰۶ء)، ۲۲۲–۲۲۶۔

۱۱۔ منشی چرنجی لال، ''دیباچہ''، ہندوستانی مخزن المحاورات (دہلی: مطبع محبّ ِ ہند،۱۸۸۶ء)، ا۔

۱۲۔ مولوی ظفر الرحمٰن دہلوی، ''ہماری کہاوتیں''، ۴۶۰۔

۱۳۔ تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: لیلیٰ عبدی خجستہ، ''ایس ڈبلیو فیلن کے محکمۂ لغت میں شامل''۔

۱۴۔ محمد اکرام چغتائی، ''تعارف''، مشمولہ *Fallon's English-Urdu Dictionary* (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۱۹۹۳ء)۔

۱۵۔ فیلن کے لغات کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: رؤف پاریکھ، ''فیلن کی اردو بہ انگریزی لغت اور اس کے چند دل چسپ اور نادر اندراجات''، مشمولہ لغوی مباحث (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۵ء)، ص ۱۱۳– ۱۳۲۔

۱۶۔ منشی چرنجی لال، ''مقدمہ''، ہندوستانی مخزن المحاورات (دہلی: مطبع محبّ ِ ہند،۱۸۸۶ء)، ۶۔

۱۷۔ ایضاً۔

۱۸۔ ایضاً، ۸۔

۱۹۔ ایضاً۔

۲۰۔ مولوی سبحان بخش، ''لوح''، محاورات ہند (دہلی: مطبع مجتبائی، ۱۸۹۰ء)۔

۲۱۔ مولوی ظفر الرحمٰن دہلوی، ''ہماری کہاوتیں''، ۴۵۶۔

۲۲۔ ضیاء الدین لاہوری، جوہرِ تقویم (لاہور: جمعیت پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء)، ۲۲۵۔

۲۳۔ مولوی سبحان بخش، ''لوح''، محاورات ہند (دہلی: مطبع مجتبائی، ۱۸۹۰ء)۔

۲۴۔ مولوی سبحان بخش، ''دیباچہ''، محاورات ہند (دہلی: مطبع مجتبائی، ۱۸۹۰ء) ۲۔

۲۵۔ ایضاً۔

۲۶۔ ایضاً۔

۲۷۔ ایضاً، ۳۔

۲۸۔ ایضاً۔

۲۹۔ منشی چرنجی لال، ''دیباچہ''، ہندوستانی مخزن المحاورات (دہلی: مطبع محبّ ِ ہند،۱۸۸۶ء)، ۱۴۔

مآخذ

بخش،مولوی سبحان ۔ محاورات ہند ۔دہلی: مطبع مجتبائی،۱۸۹۰ء۔

پاریکھ، رؤف ۔''فیلن کی اردو بہ انگریزی لغت اور اس کے چند دل چسپ اور نادر اندراجات''۔مشمولہ لغوی مباحث ۔لاہور: مجلس ترقی ادب ، ۲۰۱۵ء۔

چغتائی،محمد اکرام ۔''تعارف''۔مشمولہ *Fallon's English-Urdu Dictionary* ۔لاہور: اردو سائنس بورڈ،۱۹۹۳ء۔

خجستہ،لیلیٰ عبدی ۔''ایس ڈبلیو فیلن کے محکمۂ لغت میں شامل معاونین''۔مشمولہ معیار اسلام آباد، شمارہ ۱۷ (جنوری۔جون ۲۰۱۷ء)۔

دتاسی،گارسیں ۔''تاریخِ ادبِ ہندوستانی''۔ترجمہ وحواشی لیلیان نذرو۔مشمولہ جریدہ، شعبۂ تصنیف وتالیف وترجمہ، جامعہ کراچی،شمارہ ۳۷ (۲۰۰۶ء)۔

دہلوی،سید یوسف بخاری ۔''دیباچہ''۔ مرقع اقوال و امثال ۔کراچی: انجمن ترقیِ اردو،۱۹۹۲ء۔

دہلوی، مولوی ظفر الرحمٰن ۔''ہماری کہاوتیں''۔مشمولہ رہنماے اردو محاورات و ضرب الامثال ۔مرتبہ عدنان عادل زیدی ومخدوم صابری ۔ لاہور: ملک بک ڈپو، ۲۰۰۹ء۔

قادری،حامد حسن ۔ داستان تاریخ اردو۔کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۸۸ء۔

لال،منشی چرنجی ۔ ہندوستانی مخزن المحاورات ۔دہلی: مطبع محبِّ ہند،۱۸۸۶ء۔

______۔ ہندوستانی مخزن المحاورات ۔دہلی: امپیریل بک ڈپو پریس، ۱۸۹۸ء۔

لاہوری،ضیاء الدین ۔ جوہرِ تقویم ۔لاہور: جمیعت پبلی کیشنز ،۲۰۰۴ء۔